بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محدث
دہلی

نگرانِ اصول
مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی
شیخ الحدیث

مدیر مسئول
نذیر احمد املوی
رحمانی

نمبر ۱۲	بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۴۲ء	جلد ۹

آسمانِ علم کے چند تابندہ ستارے

(از مولانا عبید الرحمن صاحب طالب رحمانی مبارکپوری)

ذیل کا مقالہ "جس میں ان چند ائمہ علم و فن کے سوانح و حالات زندگی درج ہیں جن کی تصنیفات و تالیفات اور علمی ایجادات سے کم و بیش طلبار علوم عربیہ مستفید ہو رہے ہیں" خاصکر طلبار علومِ عربیہ کی جماعت کی دلچسپی کیلئے لکھا گیا ہے جس سے مقصد ان کے علمی جذبہ اور ذوق و شوق کو ابھارنا ہے۔ امید ہے طلبار کی جماعت اس مقالہ کا دلچسپی اور غور سے مطالعہ کرکے حصولِ علم میں اسی طرح جد و جہد سے کام لیگی جس طرح یہ ائمہ فن جد و جہد سے کام لیکر علمی دنیا میں غیر معمولی شہرت کے مالک ہیں۔ طالب رحمانی

جہانتک اسلام کی علم نوازی و علم دوستی اور لوگوں کو علم کی طرف مائل کرنیکا تعلق ہے اس نے گذشتہ ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں روئے زمین پر ایسے نامور علما و فضلا اور باکمال انسان پیدا کئے جن کی زندگی اور علمی کارنامے موجودہ دورِ جہالت و بے علمی میں تمام انسان خصوصاً متلاشیانِ علم کے لئے ایک مشعلِ ہدایت ہیں جس طرح انسان کیلئے رات کی تاریکی میں آسمانِ دنیا کے یہ مادی ستارے راہ نما بنتے ہیں ٹھیک اسی طرح نامور علمار اور مشہور اہلِ فن جو آسمانِ علم کے ستارے بن چکے اور اپنی دائمی تابندگی اور درخشندگی کی وجہ سے کاشانۂ علم کو منور و روشن کر رہے ہیں۔ ایک جویائے علم کی جو گامزن راہ عمل ہو پوری راہ نمائی کرتے ہیں۔ الغرض مشاہیرِ اہلِ علم اور باکمال اہلِ فن کے حالات زندگی ایک

طالبِ علم کیلئے نہ صرف مکمل درسِ عبرت اور سبق آموز ہیں بلکہ ان کی لائف اور سوانح عمری کے مطالعہ سے دل میں علمی جذبہ اور شوق پیدا ہوتا ہے تا آنکہ ایک دن انھیں تابندہ ستاروں کی راہ نمائی میں چلکر طالب علم منزلِ علم کو پا لیتا ہے۔

ذیل میں چند ایسے نامور اہلِ علم اور ائمہ فن کے مختصر حالاتِ زندگی اور علمی کارنامے پیش کئے جاتے ہیں جو آسمانِ علم پر انجم بن کر چمکے اور جن کی علمی خدمات کی دنیا شرمندۂ احسان ہے ان کی زندگی کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ علم اور اہلِ علم کا درجہ کسقدر بلند اور اونچا ہے اور یہ کہ انسان زیورِ علم سے آراستہ ہو کر ہی ہر قسم کی ترقی سے مالا مال ہو سکتا ہے۔

(۱) خلیل بن احمد واضع علم عروض۔

نام و نسب و ولادت

خلیل نام ابو عبدالرحمٰن کنیت سلسلۂ نسب یہ ہے خلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراہیدی الازدی البصری الیحمدی۔ خلیل ۱۰۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے عرب کے مشہور قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ازدی کہلائے۔ آپ فن نحو کے بہت بڑے امام اور ماہر تھے۔ آپ کی نحو میں ماہرینت کا یہ عالم تھا کہ فن نحو کے مسائل اور ان کے اصول و قواعد کو اپنی خداداد ذکاوت اور اجتہادی قوت و طاقت سے استخراج کیا کرتے تھے خلیل نہ صرف نحوی تھے بلکہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے فلسفی بھی تھے۔ عبداللہ بن مقنع سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے خلیل کو کیسا پایا تو کہنے لگے کہ ان کی عقل ان کے علم سے کہیں زیادہ ہے غرض خلیل ذکاوت و فطانت ذہانت و ہشیاری میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ اگر خلیل کے متعلق یہ کہا جائے تو کسی طرح بیجا نہ ہوگا ؎

مضت الدھور وما اتین بمثلہ ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

تعلیمی نشو ونما

خلیل جیسا کہ ابھی اوپر لکھا جا چکا ہے بصرہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ ہی کی سرزمین جو اس وقت علم و فن کی مرکز بنی ہوئی تھی ان کی تعلیمی جولانگاہ بنی آپ نے جب ہوش سنبھالا تو اس زمانہ کے نامور ائمہ فن سے جو اس زمانہ میں اپنی اپنی جگہ علم کے پہاڑ تھے تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ آپ اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت اور بے پناہ فطانت کی وجہ سے بہت جلد علمِ حدیث و قرأۃ و دیگر علوم و فنون کے بحرِ مواج بن گئے آپ کو عربیت سے اسقدر گہرا تعلق تھا کہ اس کے حصول اور اس میں مہارت پیدا کرنے کی غرض سے آس پاس کے دیہاتوں اور گاؤں میں نکل جاتے اور وہاں کے عرب فصحا و بلغا سے جن کی مادری زبان خالص عربی تھی۔ عربی زبان اور اس کے محاورات سیکھتے چنانچہ بہت تھوڑے عرصہ میں آپ نے عربیۃ میں وہ کمال پیدا کیا جو ان کے ہمعصروں کو بھی میسر نہ ہوا۔

خلیل کی تصنیف و تالیف سے دلچسپی

خلیل اپنے زمانہ کے منتخب اور گنے چنے علم نواز و علم دوست لوگوں سے تھے آپ کا عزیز و قیمتی وقت بیشتر حصولِ علم اور تصنیف و تالیف و مطالعہ و کتب بینی میں گذرتا

تھا۔ آپ دنیاوی عیش و آرام سے کنارہ کش ہو کر پورے انہماک اور توجہ سے تصنیف و تالیف میں مشغول و مصروف رہتے۔ آپ کا اوڑھنا بچھونا عیش و آرام جو کچھ تھا علم تھا۔ آپ کو تصنیف و تالیف اور کتب بینی سے کسقدر دلچسپی تھی اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگائیے۔

خلیل نے ایک دفعہ ایک خوبصورت لونڈی خریدی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ اس کی دلجوئی اور اس کے ساتھ دلچسپی حاصل کرنے کیلئے کچھ وقت اس کے ساتھ بھی گذارتے مگر آپ کو تصنیف و تالیف اور کتابوں کے مطالعہ سے اسقدر دلچسپی تھی کہ آپ اپنا بیشتر وقت تصنیف و تالیف اور کتب بینی میں صرف کردیتے چنانچہ لونڈی کو جو خیر سے بدمزاج بھی تھی یہ چیز بری معلوم ہوئی اس نے برہم ہو کر آپ کی ان تصنیفات و کتب میں جو برسوں کی محنت اور عرق ریزیوں کے مہیا ہوئی تھیں آگ لگا دی۔ چنانچہ خلیل کی زندگی کا وہ سرمایہ جو تصنیفات و تالیفات کی صورت میں انھوں نے نہایت عرق ریزی سے جمع کیا تھا ایک جاہل اور ناآشنائے علم کی حماقت اور ناقدری سے ایک منٹ میں راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ اس ناگہانی حادثہ سے خلیل کو کس قدر صدمہ پہنچا ہو گا اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو اس قسم کے حادثہ سے دوچار ہونا پڑا ہو، یا جن کے دل میں کچھ علم و فن اور کتابوں سے محبت اور لگاؤ ہو۔

قوتِ حافظہ اور یادداشت

خلیل کی قوتِ حافظہ اور یادداشت اس قدر غضب کی تھی کہ جب ان کی بدمزاج اور جاہل لونڈی کی جہالت و حماقت سے ان کی وہ ساری تصنیفات جن کی نقل موجود نہ تھی نذرِ آتش ہو گئیں تو خلیل نے اپنی بے پناہ قوت حافظہ اور غیر معمولی یادداشت اور علو ہمت کی بنا پر تقریباً نصف تصنیفات کو دوبارہ لکھ ڈالا۔ اور بعد میں اسی نہج پر جس پر خود لکھا تھا دوسرے لوگوں سے لکھوایا اور اس طرح سے خلیل کا وہ سرمایۂ حیات جو نذرِ آتش ہو گیا تھا پھر معرضِ وجود میں آگیا۔ سچ ہے ؎

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد   اگر خارے بود گلدستہ گردد

ذکاوت و ذہانت

خلیل جس طرح تیزی حافظہ اور قوت یادداشت میں اپنے تمام ہمعصروں سے گوئے سبقت لیگئے تھے۔ اس طرح ذکاوت و فطانت تیزی عقل عمدگی حواس اور ہوشیاری میں بھی ان کا کوئی ہمسر نہ تھا چنانچہ لوگوں کا خیال ہے کہ صحابۂ کرام کے بعد ذکاوت و فطانت تو قد ذہن میں خلیل سے بڑھکر کوئی نہیں پیدا ہوا۔ خلیل کس قدر ذکی و فطین اور ہوشیار تھے؟ اور ان کی حس کیسی عمدہ اور تیز تھی؟ اس کا اندازہ ذیل کے ایک لطیف قصہ سے معلوم کیجئے۔

ذکاوتِ خلیل کا قصۂ لطیفہ

خلیل کے زمانہ میں ایک شخص کے پاس ضعفِ بصارت کا ایک ایسا عمدہ اور مفید سرمہ تھا کہ جو شخص اسے ضعفِ بصارت کے مرض میں استعمال کرتا اُسے بہت جلد خاطر خواہ فائدہ ہوتا تھا۔ چنانچہ صدہا مخلوقِ خدا اس سرمہ سے منتفع ہوتی لیکن جیسا کہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کو کوئی عمدہ اور مجرب

نسخہ دستیاب ہوجاتا ہے تو وہ ذرا بخل سے کام لیتا ہے اور اُسے رازدارانہ طریقہ پر اپنے ہی تک محدود رکھتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی نسخہ کو صیغۂ راز میں رکھتا کہ نہ تو نسخہ کسی کو دیتا اور نہ نسخہ کی ادویہ اور اس کے اجزار ترکیبیہ بتاتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک وہ زندہ رہا لوگ اس سے نفع اٹھاتے رہے لیکن جب وہ مرگیا تو یہ قیمتی چیز بھی جاتی رہی جس سے لوگوں کو بہت صدمہ اور دکھ پہنچا۔ کیونکہ اس سرمہ سے لاکھوں بندگانِ خدا فیض یاب ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جس چیز سے لاکھوں کروڑوں مخلوق کو فائدہ پہنچ رہا ہو۔ اس کے تلف اور ضائع ہوجانے سے کسقدر دکھ اور رنج پہنچیگا۔ اتفاقاً ایک دن خلیل کی مسجد میں باتوں باتوں میں اس سرمہ اور اس نسخہ کے ضائع اور تلف ہوجانے کا تذکرہ ہوا خلیل نے لوگوں سے دریافت فرمایا کیا وہ کھرل ہے جس میں وہ شخص سرمہ پیسا کرتا تھا لوگوں نے کہا ہاں موجود ہے۔ خلیل نے کھرل طلب کرایا جب وہ کھرل خلیل کی خدمت میں لایا گیا تو وہ اس کھرل کو سونگھ سونگھ کر تمام دواؤں کے نام بتاتے جاتے۔ یہانتک کہ کل پندرہ دوائیں بتادیں چنانچہ ان پندرہ دواؤں کے مجموعہ سے سرمہ تیار کیا گیا جو ضعفِ بصارت کی شکایت میں مفید ثابت ہوا۔ اتفاقاً کچھ دنوں کے بعد وہ اصل نسخہ بھی کسی طرح دستیاب ہوگیا۔ جب اصل نسخہ کے اجزار اور اس کی ادویہ کو خلیل کی بتلائی ہوئی دواؤں سے موازنہ اور مقابلہ کیا گیا تو سوائے ایک دوا رہ جانے کے پندرہ دوائیں بالکل اصل نسخہ کے مطابق پائی گئیں یعنی اصل نسخہ میں سولہ دوائیں تھیں اور خلیل نے کل پندرہ دوائیں بتائی تھیں۔ اصل نسخہ کی صرف ایک دوا خلیل سے رہ گئی تھی۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خلیل نہ طبیب تھے نہ ڈاکٹر لیکن اپنی خداداد ذکاوت اور صفائی حواس وعقل سے محض سونگھ سونگھ کر سوائے ایک دوا کے تمام دوائیں بتادیں کیا اس زمانہ میں کوئی بڑا سے بڑا ماہر ڈاکٹر اور طبیب اس چیز کو پیش کرسکتا ہے۔ سچ ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

علم عروض کی ایجاد علم ادب سے ذوق اور دلچسپی رکھنے والے یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ علم ادب کے جہاں اور بہت سے شعبے ہیں جیسے لغت صرف و نحو، وہاں ایک اہم شعبہ علم عروض بھی ہے۔ ایک ادیب صحیح معنیٰ میں ادیب ہو ہی نہیں سکتا جب تک علم عروض سے واقف نہ ہو۔ عروض ہی وہ فن ہے جس سے کلام منظوم اور اشعار کی صحت اور موزونیت معلوم ہوتی ہے گویا اشعار کیلئے عروض ایک معیار اور کسوٹی ہے ؎

وللشعر میزان یسمی عروضه بہ النقص والرجحان یدریهما الفتی

یعنی فنِ عروض اشعار کیلئے ایک میزان اور ترازو ہے جسکے ذریعہ سے اشعار کے وزن ہو گرنے اور بڑھنے کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایام جاہلیت سے لیکر ابتک بہت سے نامور اور مشہور شعرا اور بلند پایہ فصیح و بلیغ ادیب گذرے ہیں لیکن جہانتک فنِ عروض کی ایجاد اور وضع کا تعلق ہے اس نفیس اور مہتم بالشان علم کے ایجاد کا فخر اور شرف صرف خلیل کو

حاصل ہے کہ انھوں نے اپنی خداداد ذہانت اور غیر معمولی فطانت سے اس فن کو ایجاد کرکے اس نقصان کو بہت حد تک پورا فرما دیا جو اشعار میں توازن قائم کرنے کے متعلق موجود تھا ؂

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

کہتے ہیں کہ خلیل جب مکہ معظمہ میں بارادۂ حج تشریف لیگئے تو آپ نے وہاں پہنچکر یہ دعا کی کہ اے خدائے برتر! مجھے ایک ایسا علم عطا فرما جو علمائے سلف میں سے کسی نے ایجاد نہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ جب آپ حج سے فارغ ہو کر لوٹے تو علم عروض کے قواعد ایجاد کئے جس کی کیفیت یہ ہوئی کہ آپ ایک دفعہ لوہاروں کی دکان سے گذر رہے تھے کہ آپ کے کانوں میں ہتھوڑوں کی نہائی پر گرنے کی آواز پہنچی چونکہ آپ کو علمِ موسیقی اور نغمہ و ترنم میں خاص ملکہ تھا آپ ہتھوڑے کی آواز سے جو نہائی پر گرنے سے پیدا ہو رہی تھی ایک ایک وزن ایجاد کرتے گئے تاآنکہ آپ نے کل اوزانِ ثمانیہ استنباط کرکے علم عروض کی بنیاد ڈالدی۔

تصنیفات خلیل کا تصنیف و تالیف سے دلچسپی رکھنا اور اس میں ان کا غایت درجہ انہماک اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد بھی بہت زیادہ ہوگی اگرچہ زمانہ کی دست برد سے وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ ذیل میں ہم آپ کی ان چند تصانیف کو ذکر کرتے ہیں جن کا تذکرہ تاریخوں میں آتا ہے لیکن وہ آج نایاب ہیں۔ (۱) کتاب العین۔ یہ لغت میں خلیل کی مشہور اور بلند پایہ تصنیف ہے۔ (۲) کتاب العروض۔ (۳) کتاب النقط والشکل (۴) کتاب النغم۔ (۵) کتاب فی العوامل (۶) کتاب الشواہد۔

تلامذہ خلیل کی جلالتِ شان اور ان کے مرتبۂ علمی اور فضل و کمال کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ان کے بحرِ علم سے فیضیاب ہو کر ایسے ایسے نامور اور بلند پایہ علماء و فضلا پیدا ہوئے جو آئندہ چلکر دنیا میں امام اور محدث جیسے عظیم الشان الفاظ سے یاد کئے گئے دنیا نحو میں سیبویہ سے کون واقف نہیں خلیل ہی کے شاگرد تو تھے جو آج فن نحو کے بہت بڑے امام مانے جاتے ہیں آپ کے تلامذہ اور شاگردوں کی تعداد یوں تو ہزاروں سے متجاوز ہے مگر سب کا احصا اور شمار دشوار ہے اسلئے ہم یہاں ان کے چند ممتاز اور نامور شاگردوں کے نام مع مختصر حالات ذکر کرتے ہیں۔

(۲) ابو بشر عمر بن عثمان ملقب بہ سیبویہ ؒ

آپ ملک فارس کے مشہور مقام بیضا میں پیدا ہوئے لیکن آپ کی تربیت اور تعلیمی نشو و نما بصرہ میں ہوئی۔ آپ نے علمِ نحو خلیل جیسے بلند پایہ استاد سے حاصل کیا۔ آپ کو لڑکپن میں علمِ نحو حاصل کرنیکا شوق نہ تھا اتفاقاً آپ ایک دن حماد بن سلمہ شیخ اہل بصرہ کے پاس موجود تھے کہ حماد بن سلمہ نے یہ حدیث پڑھی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن احد من اصحابی الا وقد اخذت علیہ لیس ابا الدرداء۔ سیبویہ نے کہا "ابو الدرداءُ"۔ اس پر حماد بن سلمہ بول پڑے "لحنت یا سیبویہ" سیبویہ تم نے غلطی کی۔ سیبویہ کی غیرت علمی جوش میں آئی اور انھوں نے تہیہ کرلیا کہ

اب میں ایک ایسا علم سیکھونگا جس سے لفظی غلطی سے محفوظ رہوں چنانچہ امام نحو خلیل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فنِ نحو کی تحصیل شروع کی اور ایسے کمال درجے کو پہنچے کہ امامِ نحو کہلائے۔

انتباہ ان طلبار کو جو تحصیل علم میں محنت اور مشقت سے جی چراتے ہیں انھیں سیبویہ کی علمی زندگی اور ان کی تعلیمی جدوجہد سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ سیبویہ ایک عجمی غیر عربی شخص تھے مگر اپنی ذاتی محنت اور غیر معمولی جدوجہد سے قلیل عرصہ میں عربی نحو کے مسائل پر ایسے حاوی ہو گئے کہ فن نحو کے مسلم الثبوت اور مستند امام کہلائے اور فن نحو میں ایک ایسی کتاب لکھی جس کے متعلق ابو عثمان جاحظ جیسے بلند پایہ استاذِ نحو کو کہنا پڑا کہ فنِ نحو میں کتاب سیبویہ جیسی کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی بلکہ تمام ائمۂ نحو کی کتابیں اس کی عیال ہیں۔

سیبویہ لقب کی وجہ عام طور پر سیبویہ نحوی حلقہ میں سیبویہ کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اسلئے یہاں ان کے اس لقب سے ملقب ہونیکی وجہ بیان کردینا غالباً خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

سیبویہ فارسی زبان کا مرکب لفظ ہے "سیب" اور "ویہ" ہے جس کے ترکیبی معنی سیب کی خوشبو کے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ماں بچپن میں ازراہ پیار سیبویہ پکارتی تھی اس لئے آپ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں ان کے جسم سے خوشبو آتی تھی اس لئے انھیں سیبویہ کہنے لگے بعض کہتے ہیں کہ سیبویہ اکثر سیب سونگھا کرتے تھے اس لئے سیبویہ کہلائے۔ بعض کہتے ہیں کہ سیبویہ بڑے خوبصورت تھے ان کے رخسارے سیب کی طرح تھے اسلئے لوگ آپ کو سیبویہ کے لقب سے پکارنے لگے۔ سیبویہ نے مقام بصرہ میں ۱۶۱ھ میں انتقال کیا۔

(۲) ابو سعید عبدالملک بن قریب اصمعی نحوی بصری

آپ ۱۰۲ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور فن نحو خلیل سے حاصل کیا۔ آپ کو انساب وایام واخبار اور لغت میں ید طولیٰ حاصل تھا آپ کو ہزاروں لاکھوں اشعار یاد تھے۔ خلیفہ ہارون رشید آپ کو سلطان الشعرار کے لقب سے یاد کرتے تھے آپ کے شاگردوں میں عبدالرحمن بن عبداللہ۔ ابو عبید القاسم بن سلام۔ ابو حاتم سجستانی۔ ابوالفضل ریاشی۔ احمد ترمذی جیسے بلند پایہ محدثین گذرے ہیں۔ خلیفہ ہارون رشید آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ نے صفر ۲۱۷ھ میں بمقام مرو انتقال فرمایا۔

(۳) **نضر بن شمیل بصری**۔ آپ مقام مرو میں پیدا ہوئے آپ کی نشو و نما اور تربیت بصرہ میں ہوئی تھی اسلئے بصری کہلاتے تھے۔ آپ کو فن نحو کی تحصیل کا اسقدر شوق تھا کہ آپ چالیس برس تک بدویوں کے محاورات سیکھنے کیلئے دیہات میں رہے آپ بہت بڑے محقق اور حاضر جواب تھے۔ جب آپ خلیفہ مامون رشید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلیفہ کو آپ کی علمی قابلیت معلوم ہوئی تو انھیں اپنے دار الخلافت مرو کا قاضی مقرر کردیا۔ آپ نے آخر ذی الحجہ ۲۰۳ھ میں بعہد خلافت مامون رشید مقام مرو میں انتقال فرمایا۔

سوال علمی کے جواب میں خلیل کی احتیاط

خلیل باوجود اس کے کہ بہت بڑے متبحر عالم تھے لیکن آپکی طبیعت بہت محتاط و سنجیدہ اور متین واقع ہوئی تھی وہ کسی علمی سوال کے جواب میں عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لیتے تھے بلکہ جواب کے مالہ و ماعلیہ اور اس کے ہر پہلو پر غور و تدبر کر کے جواب دیتے تاکہ بعد میں قیل و قال کی گنجائش باقی نہ رہے۔ خلیل کے شاگرد نضر بن شمیل نحوی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ یونس نحوی کے کسی شاگرد نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ اپنی عادت اور غایت احتیاط کی بنا پر بہت دیر تک اس کے جواب میں غور و فکر کرتے رہے یہانتک کہ کافی دیر ہوگئی جس سے گھبرا کر وہ شاگرد مجلس سے اٹھکر چلا گیا آپ کے شاگردوں کو یہ امر بہت ناگوار معلوم ہوا۔ اور انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ سے ایک مسئلہ کا جواب نہ بن پڑا۔ آپ نے شاگردوں سے اس مسئلہ کا حل دریافت کیا۔ شاگردوں نے جواب دیا خلیل نے کہا اگر سائل اسپر یہ اعتراض کرتا تو کیا جواب دیتے شاگردوں نے جواب بتایا خلیل نے پھر اس پر اعتراض کیا چنانچہ شاگرد جواب ذکر کرتے اور خلیل برابر اعتراض کرتے جاتے تاآنکہ شاگرد خاموش ہو گئے۔ خلیل نے کہا کہ ایسا جواب دینا جس پر سائل کو اعتراض کرنے کی گنجائش باقی رہے بڑے عیب کی بات ہے اسلئے جب ہم کسی سوال کا جواب دیتے ہیں تو اسکے مالہ و ماعلیہ اور ہر پہلو کو اچھی طرح سوچ سمجھکر جواب دیتے ہیں تاکہ بعد میں قیل و قال کی گنجائش نہ رہے۔ مذکورہ بالا واقعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خلیل کسقدر محتاط تھے اور درحقیقت اہل علم کی یہی شان ہونی چاہیے کہ سوال کے جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لیا جائے بلکہ نہایت غور و خوض کے بعد جواب دیا جائے تاکہ جواب تسلی بخش ہو اور اس میں شک و شبہ کی راہ نہ پیدا ہو سکے۔

زہد و قناعت اور توکل

جہانتک خلیل کی شخصیت کا تعلق ہے وہ صرف ایک متبحر عالم ہی نہ تھے بلکہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے زاہد و متقی اور قانع بزرگ تھے ان کے زہد و ورع اور قناعت و توکل کا یہ عالم تھا کہ اپنی تمام عمر علمی خدمت کیلئے فقر و قناعت میں گذار دی مگر کبھی حصول مال و زر اور دنیا طلبی کیلئے علم کو ذریعہ نہیں بنایا۔ چنانچہ نضر بن شمیل کا بیان ہے کہ خلیل جب بصرہ میں تھے تو ان کے فقر و فاقہ کی یہ حالت تھی کہ ایک پیسہ بھی پاس نہ تھا حالانکہ ان کے بہت سے شاگرد نہایت ذی ثروت اور مالدار تھے۔

حاکم کی ملازمت سے انکار

اس میں شک نہیں کہ خلیل اگر چاہتے تو اپنی غیر معمولی علمی شہرت اور فضل و کمال کی بنا پر حکومت و سلطنت میں بہت بڑے عہدہ پر فائز ہو سکتے تھے اور اس طرح اپنی زندگی نہایت عیش و آرام اور اطمینان سے بسر کر سکتے تھے مگر قربان جائیے آپ کی قناعت اور علمی خودداری پر کہ آپ نے علمی مشاغل چھوڑ کر حکومت وقت میں کسی قسم کے عہدہ کی بالکل پرواہ نہ کی چنانچہ سلیمان والی فارس و اہواز نے ایک دفعہ اپنے صاحبزادے کی تعلیم کیلئے آپ کو ایک قاصد کے ذریعہ اپنے پاس طلب کیا۔ آپ نے قاصد کے سامنے سوکھی روٹی لاکر رکھدی اور کہا کہ میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے اور جب تک یہ خشک ٹکڑے مجھے ملتے ہیں مجھے سلیمان کی ملازمت کی کچھ ضرورت نہیں۔

خلیل کے لڑکے کی جہالت

خلیل جتنے بڑے اپنے زمانے کے متبحر عالم تھے ان کا لڑکا اتنا ہی زیادہ جاہل اور احمق بھی

تھا اور یہ کچھ خلیل کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اکثر وبیشتر علمار کے لڑکے جاہل اور احمق ہوا کرتے ہیں۔
ایک دفعہ خلیل کسی شعر کی تقطیع فرمارہے تھے اسی اثنا میں ان کا لڑکا وہاں پہنچ گیا وہ اپنی حماقت سے کچھ نہ سمجھ سکا اور گھبرایا ہوا باہر آکر لوگوں سے کہنے لگا کہ میرے باپ کو جنون ہوگیا ہے لوگ پریشان وسراسیمہ خلیل کے پاس دوڑے ہوئے آئے دیکھا تو آپ خدا کے فضل وکرم سے نہایت صحیح وتندرست اور ہوش وحواس میں ہیں لوگوں نے آپ سے لڑکے کا یہ قول ذکر کیا خلیل نے نہایت حسرت وافسوس سے اپنے لڑکے سے مخاطب ہوکر یہ اشعار پڑھے ؎

لوکنت تعلم ما اقول عذرتنی ٭ اوکنت نعلم ما تقول عذلتکا ٭ لکن جهلت مقالتی فعذلتنی ٭ وعلمت انك جاهل فعذرتکا ٭ یعنی اگر تم میرا کلام سمجھتے تو مجھے معذور سمجھتے یا میں اگر جانتا کہ تم کیا کہتے ہو تو میں تم کو ملامت کرتا لیکن افسوس کہ تم نے میرا کلام نہ سمجھا اس لئے مجھے ملامت کی اور میں نے تمہیں جاہل سمجھا اسلئے تمہیں معذور سمجھا۔

خلیل کی ظرافت خلیل جسقدر ذکی وفہیم تھے اسی قدر ظریف وخوش مذاق بھی تھے چنانچہ آپ کسی شخص کو علم عروض کی تعلیم دیا کرتے تھے مگر سوء اتفاق سے وہ شخص اس قدر نابلد اور کندذہن تھا کہ مدتوں کی تعلیم سے کچھ بھی نہ سیکھ سکا اور کورا کا کورا رہ گیا ایک دفعہ آپ نے ازراہ ظرافت اس سے اس شعر کی تقطیع کرنیکو کہا ؎

اذا لم تستطع شیئاً فدعه ٭ وجاوزه الی ما تستطیع[۱]

یعنی جس چیز کے کرنیکی تم میں طاقت واستطاعت نہ ہو اسکو چھوڑ دو اور اس کام کو اختیار کرو جو تمہارے بس میں ہو۔
پہلے تو اس نے اپنی فہم وسمجھ کے مطابق اسکی تقطیع کرنی شروع کی لیکن دوسرے روز سے آپ کی خدمت میں آنا ہی چھوڑ دیا۔ خلیل نے اگرچہ یہ چیز ازراہ ظرافت کی تھی لیکن اس کی حماقت وبلادت سے اس پر انھیں بڑا تعجب اور اچنبا معلوم ہوا کہ وہ کیسے شعر کا مضمون اور تقطیع کی دقت اور مشکل کو سمجھ گیا۔

وفات خلیل کے سن وفات میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ۱۶۰ھ میں وفات ہوئی بعض کے نزدیک ۱۷۰ھ میں۔ ابن جوزی اور واقدی کہتے ہیں ۱۳۰ھ میں لیکن یہ قول بالکل غلط ہے جہانتک صحیح سنہ وفات کا تعلق ہے ۱۷۰ھ ہی درست اور صحیح ہے۔
آپ کی وفات جس کیفیت اور نوعیت سے ہوئی وہ طالبانِ علم وفن کیلئے بہت زیادہ سبق آموز ہے۔ کہتے ہیں خلیل ایک مسجد میں ٹہلتے ہوئے کسی شعر کی تقطیع کررہے تھے اور اس میں اسقدر محو تھے کہ انھیں اپنے آگے ستونِ مسجد کا خیال نہ رہا اچانک آپ کو ستون سے زور کا دھکا لگا۔ ستون بغیر سہارے کھڑا تھا ٹکراؤ سے وہ ستون ان پر اس زور سے گرا کہ اس کے صدمہ سے آپ کی روح قفس عنصری سے عالم بقا کو پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (باقی)

---

[۱] یہ شعر بحر وافر سے ہے جسکی تقطیع یہ ہے۔ اذلم تس مفاعیلن (معصوب)۔ تطع شیئن مفاعیلن (معصوب)۔ فدعہو فعولن (مقطوفہ) وجاوزہو مفاعیلن (معصوب) الی ماتس مفاعیلن (معصوب)۔ تطیعو فعولن (مقطوفہ)۔ مفتاح العروض لابی یعقوب یوسف السکاکی۔ منہ